تقریر بابت ایمان
وقت 5-7 منٹ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

ایمان کی ستّر شاخوں میں سے کچھ کا تذکرہ

(تقریر نمبر19)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (بنی اسرائیل:34)

یعنی اُس جان کو ناحق قتل نہ کرو جسے اللہ نے حُرمت بخشی ہو اور جو مظلوم ہونے کی حالت میں قتل کیا جائے تو ہم نے اُس کے ولی کو (بدلے کا) قوی حق عطا کیا ہے۔ پس وہ قتل کے معاملہ میں زیادتی نہ کرے۔ یقیناً وہ تائید یافتہ ہے۔

اِسلام چیز کیا ہے؟ خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضی خدا
جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اِس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

(درثمین)

سامعین! میری آج کی تقریر میں ایمان کی جن شاخوں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں:

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ کسی جان کے قتل اور اس پر ظلم کرنے کو حرام جاننا اور قربانی۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (الصف:12)

تم (جو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں سے اپنے اموال اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد، حدیقۃ الصالحین صفحہ 338 حدیث نمبر 299)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو سامان دیتا ہے اور تیاری میں اُس کی مدد کرتا ہے تو اُس کا ثواب ایسا ہے جیسے وہ خود جہاد کے لیے گیا۔ جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی عدم موجودگی میں اُس کے اہل و عیال کا خیال رکھتا ہے اور خیر خواہی کا سلوک کرتا ہے تو وہ بھی جہاد میں شامل ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد، حدیقۃ الصالحین صفحہ 241 حدیث نمبر 304)

دینی لحاظ سے یا دین کی خاطر جدوجہد کو جہاد کا نام دیا جاتا ہے یا یوں کہہ لیں کہ اصطلاحی معنوں میں دینِ اسلام کی حمایت میں کفار کے خلاف ہتھیار اٹھانا کے ہیں۔ اِسے ہم جہاد بالسّیف کا نام دیتے ہیں جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ اصغر سے پکارا ہے۔ اِس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج آیت 40 میں بیان فرمایا ہے۔ اِس کے علاوہ نفس

کے خلاف بھی ایک جہاد ہے یعنی ریاضت کرنا، نفس کو مارنے اور اسلامی طریق کے مطابق اپنے نفوس کو ڈالنا جہاد بالنفس کہلاتا ہے۔ اِس جہاد کا ذکر سورۃ العنکبوت آیت 70 میں ہوا ہے۔ ایک تیسرے جہاد کا ذکر جو قرآنِ کریم میں ملتا ہے وہ جہاد بالقرآن ہے۔ جس کا ذکر سورۃ الفرقان آیت 53 میں ملتا ہے۔ ایک جہاد بالمال ہے جس کا ذکر سورۃ الانفال آیت 73 میں ہوا ہے۔ ایک جہاد بالقلم جو جماعت کے بہت سے اشاعتی ادارے کر رہے ہیں۔ مشاہدات کے تحت احباب وخواتین بالخصوص نوجوان، بچے اور احمدی بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے تقاریر کا سلسلہ بھی جہاد بالقلم کہلاتا ہے۔ ایک جہاد، جہاد باللسّان ہے یہ اسلامی تعلیمات کے پرچار کا جہاد ہے جو ہمارے مبلغین، مربیان، معلمین اور داعیان اِلَی اللہ دنیا بھر میں کر رہے ہیں۔ جہاد بالقرآن، جہاد بالنفس، جہاد باللسّان اور اِس سے متعلقہ دیگر جہاد، جہاد اکبر کہلاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ

کہ ہم اب جہاد اصغر یعنی تلوار کے جہاد سے جہاد اکبر یعنی قرآن کی اشاعت اور نفس کی اصلاح وتعلیم وتربیت کے جہاد کی طرف جا رہے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فرمان الٰہی) جو شخص میری راہ (جہاد) میں نکلے اس کو (گھر سے) اسی بات نے نکالا ہو کہ وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے یا میرے پیغمبروں کو سچا جانتا ہے نہ اور کسی بات نے (جیسے ناموری یا مالِ غنیمت کی خواہش نے) تو میں اس کے لئے یہ ذمہ لیتا ہوں یا تو اس کو (جہاد کا) ثواب اور مالِ غنیمت دے کر لوٹا دوں گا یا (اگر وہ شہید ہو تو) اس کو بہشت میں لے جاؤں گا۔ (آنحضرتؐ نے فرمایا) اگر میری اُمت پر شاق نہ ہوتا تو مَیں ہر لشکر کے ساتھ جو جہاد کو جاتا نکلتا اور مجھے یہ آرزو ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر جِلایا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر جِلایا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔

(بخاری جلد اوّل، کتاب ایمان)

سامعین! مخالف قوم کے حملوں سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لئے دعائیں مانگنا بھی جہاد کا حصّہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپؐ جب کسی قوم کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے تو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا کیا کرتے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے اے اللہ! ہم تجھے اِن کے مقابل پر رکھتے ہیں اور اِن کے شرّ سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ (حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 312)۔ اور جب غزوہ شروع کرلیتے تو پھر یہ دُعا کرتے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ۔ (حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 315) کہ اے اللہ! تو ہی میرا بازو ہے اور میرا مددگار ہے تجھ سے ہی مدد حاصل کرتا ہوں، تیری ہی مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے لڑتا ہوں۔

پھر ظالم بادشاہ یا حکمران کے خلاف حق بات کہنا یا موقع محل دیکھ کر حق بات کرنا بھی ایک جہاد کی قسم ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے انصاف کی بات کرنا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر)

پھر جہاد بالسیف ہے یعنی جب دشمن دینی اقدار کو ختم کرنے اور دین کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے دین پر حملہ آور ہو تو اس وقت دفاعی جنگ کرنے کو جہاد بالسیف کہتے ہیں۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جہاد اصغر قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (الحج: 40-41)

یعنی وہ لوگ جن سے (بلاوجہ) جنگ کی جا رہی ہے ان کو بھی (جنگ کرنے کی) اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے (یہ وہ لوگ ہیں) جن کو ان کے گھروں سے صرف ان کے اتنا کہنے پر کہ اللہ ہمارا ربّ ہے بغیر کسی جائز وجہ کے نکالا گیا۔

سامعین! جہاد بالسیف کے لیے حالات کے مطابق کچھ شرائط ہیں اگر اس قسم کے حالات نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد بالسیف کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر جہاد بالسیف کی شرائط موجود ہوں تو پھر یہ جہاد بھی ضروری ہے۔ آپ نے واضح فرمایا۔

”ہم (اہل اسلام کو) یہ بھی حکم ہے کہ دشمن جس طرح ہمارے خلاف تیاری کرتا ہے ہم بھی اس کے خلاف اسی طرح تیاری کریں“

(حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 454)

نیز یہ قرآنی اصول بیان فرمایا کہ

”اگر دشمن باز نہ آئیں تو تمام مؤمنوں پر واجب ہے کہ ان سے جنگ کریں“

(نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 62)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ مسیح موعود اور امام مہدی کے زمانہ میں مذہبی جنگوں کا التوا ہو جائے گا۔ چنانچہ فرمایا: ”یَضَعُ الْحَرْبَ “(وہ جنگ کو موقوف کر دے گا)

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم)

اسی طرح فرمایا کہ اس کے زمانہ میں جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے گی۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور از امام جلال الدین سیوطی۔ دار المعرفة بیروت لبنان)

ان پیشگوئیوں میں یہ اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اس جہاد کی شرائط موجود نہیں ہوں گی۔ چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے جو مسیح اور مہدی ہونے کے مدعی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق قتال کی شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کے عارضی التوا کا اعلان فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں:

”اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں اور اس ملک میں جہاد کی شرائط مفقود ہیں... امن اور عافیت کے دور میں جہاد نہیں ہو سکتا۔“

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 82)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” یہ بات مسلمانوں کو بھی سمجھنی چاہئے کہ اسلام کی فتح تو ضرور ہو گی لیکن زور بازو سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے احکامات پر عمل کرنے سے ہو گی، جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم گمراہی کو چھوڑ کر ایمان لائے ہو تو گویا تم نے ایک مضبوط کڑے کو پکڑ لیا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں لیکن صرف منہ سے کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو مضبوط کڑے کی طرح پکڑو گے تو کامیاب ہو گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں مسیح موعود ہی وہ مضبوط کڑا ہے جو احکام الٰہی کی صحیح تشریح کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو جس طرح پیش کرتا ہے وہ صحیح تعلیم ہے تو اگر اس پر عمل کرو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ جون 2003ء)

کسی جان کے قتل اور اس پر ظلم کرنے کو حرام جاننا

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ ۚۛ کَتَبۡنَا عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَنَّہٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡیَاہَا فَکَاَنَّمَاۤ اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ (المائدہ:33)

اِسی بِنا پر ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرض کر دیا کہ جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے اُسے زندہ رکھا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ ؕ وَمَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا فَقَدۡ جَعَلۡنَا لِوَلِیِّہٖ سُلۡطٰنًا فَلَا یُسۡرِفۡ فِّی الۡقَتۡلِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مَنۡصُوۡرًا (بنی اسرائیل:34)

یعنی اُس جان کو ناحق قتل نہ کرو جسے اللہ نے حُرمت بخشی ہو اور جو مظلوم ہونے کی حالت میں قتل کیا جائے تو ہم نے اُس کے ولی کو (بدلے کا) قوی حق عطا کیا ہے۔ پس وہ قتل کے معاملہ میں زیادتی نہ کرے۔ یقیناً وہ تائید یافتہ ہے۔

اسلام ایسا پُر امن مذہب ہے کہ جس میں حیوانات اور نباتات کے حقوق کا بھی خیال رکھا گیا ہے تو وہ کس طرح ایک مؤمن کے ناجائز قتل کو معاف کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ آجکل کے دَور میں بعض لوگ اپنے ناجائز مقاصد کو پورا کرنے کے لیے معصوم شہریوں کا قتل کرنے سے بھی بعض نہیں آتے۔ اسلام حقوق کے تحفظ، امن وسلامتی کو پھیلانے اور خون، مال اور عزت کو ناحق پامال ہونے سے بچانے کے لیے آیا ہے، اس لیے جو لوگ خون اور اس کی حیثیت کو نظر انداز کرتے ہیں وہ لوگ اسلامی شریعت کے خلاف ہیں چاہے وہ خون مسلمانوں کے ہوں یا غیر مسلموں کے ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید (اور تباہ) ہو جانا ہلکا (واقعہ) ہے۔

(ترمذی، السنن، کتاب الدیات، باب ما جاء فی تشدید قتل المؤمن)

ایک اور حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کے برباد ہونے سے بڑا ہے۔

(سنن نسائی، کتاب تحریم الدم باب تعظیم الدم)

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تاریخی خطبہ میں اس بات پر بھی زور دیا کہ کسی کا خون نہ بہایا جائے، چنانچہ ارشاد فرمایا: تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے تمہارے اس مہینے (ذی الحجہ) میں تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) اور تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔ تم سب اپنے پروردگار سے جاکر ملوگے، پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ لہٰذا میرے بعد پلٹ کر ایسے کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

(صحیح بخاری۔ باب حجۃ الوداع، صحیح مسلم۔ باب القسامۃ)

یعنی کسی شخص کو ناحق قتل کرنا کافروں اور گمراہوں کا کام ہے نیز ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ کہہ کر قتل نہ کرنا۔

قتل ثابت ہونے پر مقتول کے ورثاء کو اختیار ہے کہ وہ اسلامی حکومت کی نگرانی میں قاتل سے قصاص لیں یعنی حکومت قاتل کو قصاصاً سزائے موت دے۔ شریعت اسلامیہ نے مقتول کے ورثاء کو یہ بھی اختیار دیا ہے کہ وہ قاتل کو قصاصاً سزائے موت نہ دلوا کر قاتل کے اولیاء سے دیّت یعنی سو اونٹ کی قیمت یا اس سے کچھ کم یا زیادہ پیسہ لے لینا معاف کر دیں۔ قصاص یا دیّت یا معافی میں مقتول کے ورثاء کے لئے جس میں زیادہ فائدہ ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" جس شخص نے ایسے شخص کو قتل کیا کہ اس نے کوئی ناحق کا خون نہیں کیا تھا یا کسی ایسے شخص کو قتل کیا جو نہ بغاوت کے طور پر امن عامہ میں خلل ڈالتا تھا اور نہ زمین میں فساد پھیلاتا تھا تو اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا یعنی بے وجہ ایک انسان کو قتل کر دینا خدا کے نزدیک ایسا ہے کہ گویا تمام بنی آدم کو ہلاک کر دیا۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ بے وجہ کسی انسان کا خون کرنا کس قدر اسلام میں جرم کبیر ہے۔"

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 394)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" آج کل تمام مغربی دنیا اکٹھی ہو کر عالم اسلام پر یہ الزام لگا رہی ہے کہ اسلام تشدّد کا مذہب ہے اور اس بنیادی تشدّد کی تعلیم کی وجہ سے مسلمانوں میں جہادی تنظیمیں قائم ہیں۔ یہ انتہائی جھوٹا اور گھناؤنا الزام اسلام کی تعلیم پر لگایا جا رہا ہے۔ ہر احمدی اس سے بخوبی واقف ہے۔ اسلام تو امن، پیار، محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دینے والا مذہب ہے اور جتنی انسانیت کے حقوق کا پاس اسلامی تعلیمات میں ملتا ہے اس کی مثال، اس کی نظیر اور کسی تعلیم میں نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ساتھ مَیں، بد قسمتی، کہوں گا کہ بعض تشدّد پسند گروہوں نے جن کا اسلامی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں اپنی اَنا کی تسکین کے لئے، اپنی ذات کو ابھار کر دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے اسلام کی تعلیم کو اس طرح جہادی تنظیموں کے تصوّر کے ساتھ منسلک کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس کی وجہ سے اسلام کی جو خوبصورت تعلیم تھی اس کا ایک بڑا بھیانک تصوّر قائم ہو جاتا ہے اور یہ کوئی اسلام کی خدمت نہیں ہے بلکہ اسلام کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔"

(خطبہ جمعہ 20 جون 2003ء)

قربانی اور عقیقہ

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (الحج:35)

کہ ہم نے ہر اُمّت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کیا ہے تا کہ وہ اللہ کا نام اُس پر پڑھیں جو اس نے انہیں مویشی چوپائے عطا کئے ہیں۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے بعد والوں کے لئے بھی باقی رکھا، اللہ کا فرمان ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (الصافات:108)

کہ ہم نے اس (چلن) کو بعد والوں کے لئے باقی رکھا۔

ذوالحجہ کے دس ایام اللہ کو بے حد عزیز ہیں، ان ایام میں انجام دیا جانے والا ہر نیک عمل اللہ کو پسند ہے، ان میں ایک بہترین و محبوب عمل قربانی بھی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْظَمُ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ يَوْمُ النَّحرِ، ثُمَّ يَوْمُ القَرِّ

(صحیح الجامع:1064)

کہ اللہ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (قربانی کا دن) اور یوم القر (منٰی میں حاجیوں کے ٹھہرنے کا دن) ہے۔

ایک حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس طرح ہے: أفضلُ أيامِ الدنيا أيامُ العشْرِ

(صحیح الجامع:1133)

یعنی دنیا کے افضل دنوں میں ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن افضل دن ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے ان میں سے ایک رات دس ذوالحجہ کی بھی ہے، اس سے بھی قربانی کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

قربانی کی بہت ساری حکمتیں ہیں ان سب سے اہم تقویٰ اور اللہ کا تقرّب حاصل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الأنعام:162)

یعنی آپ فرمادیجئے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔

جو قربانی اس مقصد کو پورا کرنے سے قاصر ہو وہ عند اللہ مقبول نہیں ہے اور جو قربانی کا ارادہ کرے وہ یکم ذوالحجہ سے قربانی کا جانور ذبح ہونے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

إذا دخل العَشْرُ، وعندَهُ أضحيةٌ، يريدُ أن يُضحِّي، فلا يأخذَنَّ شعرًا ولا يُقلِّمَنَّ ظفرًا

(صحیح مسلم:1977)

کہ جب ذوالحجہ کا عشرہ آجائے اور کسی کے پاس جانور ہو جو اس کی قربانی دینا چاہتا ہو تو اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

” قربانیاں وہی سواریاں ہیں جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہیں اور خطاؤں کو محو کرتی ہیں اور بلاؤں کو دُور کرتی ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں جو سب مخلوق سے بہتر ہیں اُن پر خدا تعالیٰ کا سلام اور برکتیں ہوں۔“

(خطبہ الہامیہ از روحانی خزائن جلد16 صفحہ 45)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اے خدا کے بندو! اپنے اس دن میں کہ جو بقر عید کا دن ہے غور کرو اور سوچو۔ کیونکہ ان قربانیوں میں عقلمندوں کے لئے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں اور ان کو ان قربانیوں پر سبقت ہے کہ جو نبیوں کی پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے... اور یہ کام ہمارے دین میں اُن کاموں میں شمار کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب

ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں اس شخص کے لئے کہ جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمان داری سے ادا کرتا ہے اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ تر عبادتوں میں سے ہیں اور اسی لئے قربانی کا نام عربی میں نَسِیکَۃ ہے اور نُسُک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے اور ایسا ہی یہ لفظ یعنی نُسُك اُن جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے جن کا ذبح کرنا مشروع (یعنی شریعت کے مطابق) ہے۔“

(خطبہ الہامیہ از روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 31 تا 33)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ عید الاضحیٰ کے موقع پر کی جانے والی قربانی کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ قربانی اللہ تعالیٰ کی خاطر کرنی ہے۔ خدا تعالیٰ جو تمہارے اندر تقویٰ قائم کرنے کے لئے تم سے قربانی مانگتا ہے۔ یہ گوشت اور خون جو تم نے جانور کو ذبح کر کے حاصل کیا ہے اور بہایا ہے اگر یہ تقویٰ سے خالی ہے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے مقصد سے خالی ہے تو اللہ تعالیٰ کو تو ان مادی چیزوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ ظاہری قربانی کر کے قربانی کی روح تم میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جب تم جانوروں کو ذبح کرو تو تمہیں یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک حکم پورا کروانے کے لئے اس جانور کو میرے قبضہ میں کیا ہے اور میں نے اس کی گردن پر چھری پھیری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت پر عمل کرنے کی توفیق دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی پیروی کی اس جانور کو ذبح کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ مَیں اس کے حکم پر عمل کرنے والا ہوا، اس قابل ہوا کہ اس پر عمل کر سکوں۔ اس نے مجھے توفیق دی کہ مَیں اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں میں شامل ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اس نیّت سے قربانی کر رہے ہو گے، تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے قربانی کرو گے تو یہ قربانی مجھ تک پہنچے گی۔ یہ روح ہے جس کے ساتھ اللہ کے حضور قربانیاں پیش ہونی چاہئیں۔“

(خطبہ عید الاضحیہ 21/ جنوری 2005ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞